امام نسائیؒ

۲۱۵ھ تا ۳۰۳ھ

جناب عبد الرشید عراقی

نام و نسب | نام احمد اور کنیت ابو عبد الرحمٰن

آپ کی پیدائش بمقام نساء ہوئی جو مضافاتِ مَرْو میں ہے۔ مرو خراسان کا ایک شہر ہے[1]۔ آپ کا سالِ پیدائش ۲۱۵ھ ہے، جیسا کہ ابن حجرؒ نے امام صاحب کا اپنا قول نقل کیا کہ یُشْبِہُ اَنْ یَّکُوْنَ مَوْلِدِیْ فِیْ سَنَةِ ۲۱۵ھ[2]

تحصیلِ علم | ابتدائی تعلیم خراسان میں حاصل کی۔ اس لیے کہ اُس وقت خراسان علم و فضل کا مرکز اور جید علمائے کرام کا مسکن تھا۔

تحصیلِ علم کے لیے سفر | خراساں میں پندرہ سال گزارنے کے بعد تحصیلِ علم کے لیے سفر شروع کیا۔ ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید کی خدمت میں بمقام بلخ حاضر ہوئے[3]۔ اس کے بعد آپ نے مختلف شہروں کے شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ یعنی حجاز، عراق، مصر، شام، جزیرہ وغیرہ ذالک[4]۔

---

[1] مرقاۃ - ص ۹۳
[2] تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۳۸
[3] بستان المحدثین - ص ۱۴۲، سیرۃ البخاری ص ۴۳۵
[4] بستان المحدثین ص ۱۴۲

اساتذہ وشیوخ آپ کے اساتذہ میں سے قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راھویہ، امام ابوداؤد سجستانی، علی بن حجر اور امام محمد بن اسمٰعیل البخاری جیسے بلند پایہ محدث شامل ہیں[1]۔

تلامذہ امام نسائی کے علمی کمالات نے ان کی ذات کو طالبانِ حدیث کے لیے مرجع بنا دیا تھا۔ ان کے تلامذہ میں دُنیا کے مختلف گوشوں کے اصحاب کی فہرست ملتی ہے۔ آپ کے تلامذہ بھی اپنے زمانے کے اساطینِ فن تھے۔ چند مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

ابوبکر بن احمد بن محمد بن اسحاق ابن السّنی، محمد بن قاسم الاندلسی، امام علی بن جعفر طحاوی، امام ابوالقاسم طبرانی[2]۔

مصر میں قیام تکمیلِ تعلیم کے بعد امام صاحب نے اپنے علوم کی نشر واشاعت کے لیے مصر کو مرکز بنایا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:۔

"در مصر مسکن داشت وتصانیفِ او درون دیار منتشر است ومردم بسیار ازد أخذ وتحمل حدیث کردہ اند۔ پس از مصر بدمشق آمد[3]"

ترجمہ۔ مصر میں مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔ اُن کی تصانیف اسی اطراف میں پھیلیں اور بہت سے لوگوں نے امام صاحب سے اخذ و روایت حدیث کیا ہے۔ آخری زندگی میں (ذیقعدہ ۳۰۲ھ) مصر سے دمشق آگئے۔

زہد وتقوٰی زہد وتقوٰی میں یکتائے روزگار تھے۔ صومِ داؤدی کے پابند تھے۔ یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن افطار کرتے[4]۔ دن رات کا اکثر حصّہ عبادت میں گزارتے۔ کئی بار حج کیے۔ بادشاہوں کی مجالس سے ہمیشہ گریز کیا۔ اس کے باوجود کھانے پینے میں ہمیشہ کشادہ دست رہے[5]۔

علماء ومعاصرین کا اعتراف مؤرخ ابن خلکان فرماتے ہیں:۔ "کان امام عصرہ فی الحدیث[6]"

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۳۷

[2] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۲۴۳

[3] اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۱۷

[4] وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۶۵ [5] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۸۸

[6] ابنِ خلکان جلد ۱ ص ۶۵

یعنی اپنے زمانے کے امام حدیث تھے۔

ابوسعید عبدالرحمٰن تاریخِ مصر میں امام صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "کان اماماً فی الحدیث ثقۃ ثبتاً حافظاً"[1] یعنی وہ حدیث میں امامِ ثقہ، معتبر اور حافظ تھے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:۔ "ابوعبدالرحمٰن نسائی اپنے زمانے کے تمام محدثین سے (شیخین کے بعد) بلند وآونچے تھے"[2]۔

حافظ ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے: "وہ بغیر کسی تقابل کے حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے تھے"[3]۔

حافظ ابن حجر نے بہت سے ائمہ کرام اور محدثینِ عظام کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جنہوں نے امام نسائی کی رفعتِ شان وفضل کا اعتراف کیا ہے[4]۔

امام نسائی کا مسلک

دیگر محدثین کی طرح امام نسائی کے مسلک میں بھی اختلاف ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں: "او شافعی المذہب بود، چنانچہ مناسک او برآں دلالت می کند"[5]۔

محی السنۃ والاجاہ نواب صدیق حسن خاں رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں: "امام نسائی شافعی المسلک تھے"[6]۔

امام ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ "امام نسائی کا انتساب شافعی مسلک کی جانب مناسب ہے"[7]۔

لیکن مولانا سید انور شاہ محدث کشمیری (م ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ "امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ حنبلی تھے"[8]۔

---

[1] وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۵۹

[2] تہذیب التہذیب [3] ایضاً [4] ایضاً

[5] بستان المحدثین ص ۱۲۳ [6] ابجد العلوم ص ۸۱۰

[7] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص ۸۰ [8] فیض الباری جلد ۱ ص ۵۸

تصنیفات امام صاحب نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

السنن الکبری والصغری، خصائص علیؓ، مسند علیؓ، مسند مالکؒ، الکنیٰ، عمل یوم ولیلۃ، اسماء الرواۃ والتمییز بین الضعفاء والمتروکین (فی رواۃ الحدیث)، والاخوۃ ما اغرب شعبۃ علی سفیان وسفیان علی شعبہ، مسند منصور بن زاذان[1] کتاب الجمعۃ اور کتاب المدلسین[2]

سنن کی تالیف امام نسائی کی تالیفات میں سنن کے نام سے دو کتابیں ہیں۔ سنن کبری اور سنن صغری لیکن صحاح میں سنن صغری شامل ہے، جس کا دوسرا نام المجتبیٰ ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "امام نسائی جب سنن الکبری کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو امیر رملہ[3] کی خدمت میں پیش کیا۔ امیر موصوف نے دریافت کیا کہ کیا سنن الکبری میں کل احادیث صحیح ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا: نہیں۔ فرمانروائے وقت نے عرض کیا کہ آپ صحیح احادیث کو ان سے منتخب کیجیے۔ تب امام صاحب نے سنن صغری تصنیف فرمائی[4]

علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے[5]

سنن نسائی کی خصوصیت امام نسائی زمانہ کے لحاظ سے صحاح ستہ میں سب سے مؤخر ہیں اور اپنے استاد امام محمد بن اسمٰعیل البخاری سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی کتاب سنن میں شیخین کے طریقے کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور عللِ حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے۔ اس کے ساتھ یہ کتاب حسنِ ترتیب اور جودتِ تالیف میں بھی ممتاز ہے۔

---

[1] تدریب الراوی ص ۵۱۶

[2] بستان المحدثین ص ۱۲۵

[3] رملہ فلسطین بیت المقدس سے ۱۸ میل پر واقع ہے۔ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کا دارالسلطنت تھا۔ اور اب غیر آباد ہے۔ (معجم البلدان)

[4] بستان المحدثین ص ۱۲۳ - سیرۃ البخاری ص ۲۳۰

[5] مرقاۃ جلد ۱ ص ۲۳

امام ابن رشد فرماتے ہیں:-

"یہ کتاب علم سنن میں جتنی کتابیں تالیف ہوئی ہیں۔ ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے لحاظ سے بہترین ہے اور بخاری و مسلم دونوں کے طریقہ کی جامع ہے۔ نیز علل حدیث کے ایک خاص حصّہ کا بیان بھی اس میں آگیا ہے" [۱]

سنن کے محاسن و فضائل سنن کے بارے میں محدثین نے اچھی رائے کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً ابوالحسن معافری [۲] علامہ سخاوی [۳] اور محدث ابن الاحمر کہتے ہیں کہ "یہ اس فن کی تمام مصنفات سے افضل ہے اور اسلام میں اس کی مانند کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔" [۴]

سنن نسائی کی شروح و تعلیقات مجموعہ سنن نسائی صحاح ستہ کا رکن عظیم ہے، مگر افسوس اس کے شروح و تعلیقات کی طرف وہ توجہ علماء نے نہیں کی جو دیگر کتب کی طرف کی گئی۔ چھ صدی گزرنے کے بعد امام جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اس پر تعلیق لکھی۔ امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں کہ:-

"جس طرح صحیحین، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی پر میں نے تعلیقات لکھی ہیں، اسی طرح سنن نسائی پر تعلیق لکھی ہے اور اس کی ضرورت بھی تھی۔ اور میں نے اپنی اس تعلیق کا نام زہر الربی رکھا ہے۔" [۵]

امام سیوطی کی یہ تعلیق بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ [۶]

دوسری تعلیق یا حاشیہ محمد بن عبدالہادی سندی (م ۱۱۳۸ھ) کا ہے۔ یہ حاشیہ امام سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفصل ہے۔ اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ دونوں حاشیے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ [۷]

۱۔ مقدمہ زہر الربی ۲۔ ایضاً

۳۔ فتح المغیث ص ۱۳ ۴۔ ایضاً ص ۳۴۔ مقدمہ فتح الباری۔

۵۔ مقدمہ زہر الربی

۶۔ محدثین عظام اور اُن کے علمی کارنامے۔ ص ۲۳۷

۷۔ ایضاً ص ایضاً

حاشیہ سنن نسائی (عربی) المعروف بہ التعلیقات السلفیہ

مولانا ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مدظلہ العالی مدیر ہفت روزہ الاعتصام (لاہور) نے سنن نسائی کا جو حاشیہ لکھا ہے۔ وہ بہت سی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس حاشیہ کی امتیازی خصوصیات ایسی ہیں، جن سے اس کتاب کی افادی حیثیت بہت بڑھ گئی ہے۔ وہ خصوصیات یہ ہیں:۔

۱۔ متعدد و مختلف نسخوں سے مقابلہ کر کے متنِ کتاب کی تصحیح میں امکانی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں ایک نسخہ وہ ہے جو حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کا تصحیح فرمودہ ہے۔

۲۔ التعلیقات السلفیہ میں علامہ سندھی کا حاشیہ سنن نسائی شریف پورے کا پورا لے لیا گیا ہے۔ بلکہ علامہ سندھی کے صحاحِ ستّہ کے دوسرے حواشی سے بھی مناسب مقامات پر ضروری اضافے کیے گئے ہیں۔

۳۔ علامہ سیوطی کے حاشیے زہر الربیٰ کی جامع تلخیص کر لی گئی ہے۔ اس طرح کہ علامہ سندھی کے حواشی میں جو حصے نہیں آتے وہ زہر الربیٰ سے لیے گئے ہیں۔ اس طرح دونوں حاشیے کامل طور سے آ گئے ہیں۔

۴۔ زہر الربیٰ اور تعلیقِ سندھی کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں اب تک جو بیاض چلے آ رہے تھے، ان میں بعض عبارات کا مطلب خبط ہو جاتا تھا۔ حاشیہ میں دونوں شارحین کی دوسری تصانیف اور ان کے مآخذ کی طرف رجوع کر کے ان کی تصحیح و تکمیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۵۔ ۱۳۱۵ھ میں ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کے اہتمام سے مطبع انصاری دہلی میں جو سننِ نسائی طبع ہوئی تھی وہ سابقہ سب اشاعتوں سے ہر لحاظ سے عمدہ تھی۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں ضبط و تحقیقِ رجال کی خاص طور پر کوشش کی گئی ہے۔ اس بنا پر اس کو اصل قرار دیا گیا ہے اور اس کے حواشی (الحواشی الجدیدہ) کا اکثر و بیشتر حصہ اس میں آ گیا ہے۔

۶۔ خوش قسمتی سے علامہ حسین محدث یمانی استاد حضرت نواب صدیق حسن (م ۱۳۰۷ھ) کا سنن نسائی پر مختصر سا حاشیہ دستیاب ہو گیا ہے جو علامہ محدث کے پوتے علامہ خلیل عرب نے مرحمت فرمایا۔ یہ قیمتی حاشیہ اب تک غیر مطبوعہ تھا۔ یہ حاشیہ بھی تعلیقاتِ سلفیہ کی زینت ہے۔

۷۔ سنن نسائی شریف کی تعلیم و تعلم کے وقت جو اشکال پیش آتے تھے، متعلقہ اسناد و متعلقہ تطبیق

احادیث بہ ابواب التعلیقات السلفیہ میں ان کے حل کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔

۸۔ التعلیقات السلفیہ میں بعض ایسے مباحث بھی آگئے ہیں، جو مروجہ شروحِ حدیث میں اس طرح منقح طریق سے نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کے فوائد حدیثیہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔

۹۔ تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے احادیث کا شمار دے دیا گیا ہے اور ایسا انڈکس مرتب کیا گیا ہے جس سے پتہ چل سکے کہ کس صحابی کی حدیث کہاں کہاں ہے۔

۱۰۔ حوض میں متنِ کتاب ہے اور اس کے نیچے شرح ہے۔ اس طرح وہ دقت دور ہوگئی ہے جو کنارے کے حواشی سے پیش آتی تھی۔[1]

روض الربیٰ شرح اردو سنن نسائی کی اردو میں مفصل شرح ہے۔ مولانا وحید الزمان مرحوم (م ۱۳۳۸ھ) نے یہ ترجمہ والاجاہ محی السنہ مولانا نواب صدیق حسن خان رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) کی خواہش پر کیا تھا، جیسا کہ مولانا وحید الزمان مرحوم نے شروع کتاب میں اس کی وضاحت کی ہے۔[2]

امام نسائی کی وفات ۳۰۲ھ میں امام صاحب نے مصر کو خیر باد کہا اور دمشق تشریف لے گئے۔ وہاں خوارج کے ہاتھوں امتحان میں مبتلا ہوگئے۔ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں کسی کو فضیلت ہے۔ انہوں نے جواب میں حضرت علیؓ کو فضیلت دی۔ اس پر جاہل عوام مشتعل ہوگئے اور آپ پر تشیع کا الزام لگا کر زدوکوب کیا، جس سے امام صاحب نیم جان ہوگئے اور لوگ آپ کو اٹھا کر رملہ لے گئے۔ اور وہاں آپ نے ۳۰۳ھ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ بعض مورخین نے ان کا مکہ لے جانا اور بین الصفا والمروہ دفن ہونا بیان کیا ہے۔ لیکن امام دارقطنی نے ان کے رملہ ہی میں دفن ہونے کو ترجیح دی ہے۔[3] انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔[4]

---

[1] اب تک اس کتاب کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔
[2] روض الربیٰ جلد ۱ ص ۸ — [3] سیرۃ البخاری ص ۳۳۷
[4] وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۵۹